معاشرتی اختلافات کا سدِ باب اور اسلامی تعلیمات

*ڈاکٹر شاہدہ پروین

Islam is religion of peace ,stability and calmness for others and it emphasizes its followers to be humble and non aggressive to other believers .Human nature has different aptitudes and concerns ,due to this capability, people differ to other persons and it not bad if it is in limits , this ability leads persons to many creations but it becomes harmful when it create differences and discords. In this situation people are not unite ,they become enemy to others ,they have their opinios and they insist on it to such extent that they quarrel with others and devide in group and parties. Islam commands its believers to knit together and bonds them with a cord and values their unity and harmony. Our religion stresses on believers to associate with each others, otherwise they will split up their power and potentials and this leads them to destruction. Islam orders Muslims to settle down their differences as early as possible and it is duty of a person as well as society and government to reconcile their disputes fairly and justly and not to be bias to others .Qur'an ads Sunnah elaborate these teachings and orders them to team up in a good manners and condemns theirs discords. This paper will cofus these teachings and suggest the reconcilation among disputed persons.

انسانی افراد کا با مقصد اجتماع معاشرہ کہلاتا ہے اور وہ معاشرہ جو کلمہ طیبہ پر یقین رکھتا ہو اسلامی معاشرہ کہلائے گا، اسلام کا مقصدِ اولین صالح معاشرے کا قیام ہے اور اس کا قیام افرادِ معاشرہ کے درمیان ہم آہنگی، یگانگت اور محبت واخوت کے بغیر ممکن نہیں۔ معاشرے میں موجود افراد کے درمیان اختلافِ رائے کا ہونا فطری امر ہے لیکن یہ اختلافِ رائے اگر شدت اختیار کر لے اور ہر فرد اپنی رائے پر اصرار کرے تو لڑائی جھگڑے کا پیدا ہونا بعید از امکان نہیں اور اگر یہ جھگڑا بڑھتا چلا جائے تو نفرت کی شدت افرادِ معاشرہ کے درمیان ان دیکھی دیواریں کھینچ دیتی ہے اس لیے اسلام حتی الامکان اس اختلاف کے تدارک کی بروقت اور فوری تدبیر کرتا ہے تاکہ صلح اور خیر خواہی معاشرتی سکون کا باعث بن سکے۔ اگر آج ہم مسلم امہ کے درمیان

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

اختلاف کا جائزہ لیں تو صورتِ حال انتہائی گھمبیر ہو چکی ہے۔سب سے اہم اور بنیادی ادارے گھر میں اختلافات کی کثرت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ گھروں کے بننے کی نسبت اس کے ٹوٹنے کا عمل تیز رفتار ہے اور جس معاشرے کے گھر ٹوٹ جائیں اس کی تباہی نوشتہ دیوار بن جاتی ہے۔ان اختلافات کی کثرت کے نتیجے میں ہماری عدالتیں عائلی جھگڑوں سے بھری پڑی ہیں اور ان میں بہت سے جھگڑے معمولی نوعیت کے ہیں جو گھروں پر طے کیے جاسکتے تھے۔اگر معاشرتی اداروں میں افراد کے باہمی تعلق کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ہمسائے ہوں یا دوست ، رفیقِ کار ہوں یا کسی معاملہ کے شریک ،دل ایک دوسرے سے دور اور کدورت سے بھرے ہوئے ہیں۔ساتھ ساتھ چلنے کے باوجود دلی دنیا میں بعد المشر قین ہے۔محبتیں بہت مہنگی اور عنقا جبکہ نفرتیں سستی اور سہل الحصول بن چکی ہیں۔یہ اسلامی معاشرہ کی حقیقی تصویر نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کے حاملین تو جسدِ واحد کی طرح ہوتے ہیں۔

اختلاف کے لغوی معنی

کسی کے برخلاف کسی چیز کا قصد کرنا ،خلاف ہونا،ایک دوسرے کی مخالفت کرنا،باہم مختلف ہونا(۱)ان تمام معنی کو مدِ نظر رکھا جائے تو اختلاف سے مراد دوسرے لوگوں سے الگ رائے رکھنا اور اس رائے کی بنا پر دوسروں سے متفرق اور جدا ہو جانا ہے۔

اختلاف کے لیے قرآنِ کریم میں مستعمل الفاظ

قرآنِ مجید میں اختلاف کے لیے کئی الفاظ استعمال ہوئے ہیں

۱۔''اختلاف'' کا لفظ ۱۹بار استعمال ہوا ہے۔(۲) باہم آرا کا مختلف ہو جانا اس کے لیے شَجَرَ اور تشاکس کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں شجر ایک بار (۳) اور تشاکس بھی (۴) ایک بار ہی استعمال ہوا ہے

۲۔''جِدال '' جب ہر شخص اختلافِ رائے کے ساتھ ساتھ اپنی اپنی دلیل بھی رکھتا ہو۔یہ ان معنوں میں نو بار استعمال ہوا ہے۔

۳۔'' خَصِمَ ''جب ہر شخص اپنی دلیل کو منوانے میں جھگڑے تک اتر آئے۔یہ اور اس کے مشتقات نو بار اس معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔

۴۔''تنازع '' لوگوں کا ایک دوسرے کے پاس سے کوئی چیز کھینچنا،اپنی اپنی طرف کھینچنا یعنی اختلاف بڑھ کر کھینچا تانی کی نوبت آجائے۔یہ اس معنوں میں پانچ بار استعمال ہوا ہے۔

۵۔ ''اقتتال '' باہم مار دھاڑ کرنا،لڑنا (۵) اختلاف جب اتنا شدید ہو جائے کہ نوبت قتل و غارت تک جا پہنچے۔اس معنوں میں تین بار مستعمل ہے۔

٦۔ ''تفرقہ'' الگ الگ ہو جانا، باہم پھوٹ پڑ جانا، بکھر جانا، ہر ایک کا اپنی اپنی راہ لینا (٦) قرآن میں اس معنوں میں پانچ بار مستعمل ہے

لڑائی سے پہلے سمجھوتہ کے لیے سلم جب کہ لڑائی اور بگاڑ کے بعد صلح کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾(۷)

اختلاف دور کرنے کے لیے اصطلاحاً ''اصلاح ذات البین'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾(۸)

اختلاف کے بارے میں اسلام کا نقطہ نگاہ۔

☆۔**اختلاف کا ہونا فطری امر ہے** ۔کیونکہ انسانی طبائع مختلف ہیں اور ان میں اختلاف ہو جاتا ہے۔انسان جب کسی کے ساتھ ملکیت یا حیثیت میں حصہ دار بنتا ہے تو اختلاف پیدا ہوتا ہے۔بشر ہی نہیں بلکہ دوسری مخلوقات کے ساتھ بھی ایسا ہو سکتا ہے۔جب فرشتوں کے ساتھ حیثیت میں شراکت داری کا مرحلہ آیا تو فرشتوں نے بھی اختلاف کیا اور انسانوں کے باہم اختلاف کی طرف بھی اشارہ کیا۔اور اس اختلاف کا سدِ باب ربِ کائنات نے فضیلتِ علم کی دلیل سے کیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّيْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(۹)

☆۔**اختلافات کو مکمل ختم کرنا ناممکن البتہ کم کیا جا سکتا ہے**۔انسانی فطرت میں موجود ان اختلافات کا ختم کرنا ناممکن ہے کیونکہ یہ اختلافات اگر اپنی حد کے اندر رہیں تو اس کائنات میں بہت سی ایجادات اور افکار کی تخلیق کا باعث بنتے ہیں۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینتِ چمن اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

لیکن اگر حد سے تجاوز کر جائیں تو نفرت وعداوت کا باعث بن جاتے ہیں جیسے ایک حد تک پانی زندگی کے لیے نہ صرف ضروری بلکہ اس کی بقا کا ضامن بھی ہے لیکن اگر یہی پانی حدود سے تجاوز کر جائے تو انسانی بستیوں کو تاخت وتاراج کر کے رکھ دیتا ہے۔اس لیے ان اختلافات کے ضروری ہونے کے باوجود ان کا حدود میں مقید رہنا ناگزیر ہے، اگر یہ حدود سے نکلنے لگیں تو ان کا حل ہونا بہت ضروری ہے۔

☆۔**اختلافات آگ ہیں**﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾(۱۰) اور یہ انسانی معاشرے کو جلا کر خاکستر کر دیتے ہیں۔

☆**کسی بھی اختلاف کو معمولی نہ سمجھا جائے**۔بعض اوقات اختلافات کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے لیکن یہ معمولی اختلاف بڑھتے بڑھتے میدانِ جنگ کا روپ دھار لیتا ہے وہ اختلاف جس کا حل کرنا وقت پر ممکن تھا اب اس قدر بڑھ چکا ہوتا ہے کہ سلجھاؤ ناممکن ہو جاتا ہے۔اگر افرادِ معاشرہ کے درمیان ہم آہنگی اور یگانگت مطلوب ہے تو اختلاف کا بروقت تدارک بہت ضروری ہے۔

☆۔**اختلافات کا بروقت تدارک کیا جائے**۔ورنہ یہ خشک ایندھن کے ڈھیر میں پڑی چنگاری کی طرح بڑھتے بڑھتے نہ بجھنے والی آگ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں

> ''اگر نزاع، خصومت اور جھگڑے انسانی طبیعت کا خاصہ ہیں اور ان سے کوئی چھٹکارا ممکن نہیں ہے۔تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ شر زیادہ سے زیادہ پھیل جائے اور اس کی خطرناکی بڑھتی چلی جائے۔نزاع اور جھگڑے کی مثال آگ کی سی ہے لیکن ظاہر ہے کہ کہیں آگ لگ جائے تو اسے بجھایا جاتا ہے اور آگ کو یوں نہیں چھوڑ دیا جاتا کہ جس شے کو چاہے جلاتی چلی جائے اور پھر جب بجھے خود ہی بجھ جائے اور لوگ کھڑے تماشا دیکھتے رہیں یا چیخ وپکار کرتے رہیں۔آگ لگ جانے کے بعد انسان کا معقول رویہ یہ کہ وہ فوراً آگ بجھانے کی سعی وتدبیر کرے بلکہ ایسے افراد تیار کرے جو اس ضرورت کے وقت کام آسکیں۔،،(۱۱)

اختلافات۔عصری صورتِ حال

عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ نفرت اور عداوتوں کی زد میں ہے۔محبتیں اور دوستیاں مفقود جبکہ عداوتیں اور

نفرتیں ہر سو عام ہیں ۔دشمنی اور نفرت ہر جگہ ڈیرے ڈالے ہوئے ہے۔ اخوت نا پید جبکہ عداوت سہل الحصول ہو چکی ہے۔ دل کٹے ہوئے اور پھٹے ہوئے ہیں۔صفیں کج اور دل پریشاں ہیں ۔اختلافات کی اس قدر بھرمار ہے کہ عدالتیں مقدموں سے اٹی پڑی ہیں۔اور فریقین سالہا سال سے عدالتوں کے چکر کاٹ کاٹ کر تھک چکے ہیں۔معمولی اختلافات اس قدر شدت اختیار کر لیتے ہیں کہ لڑائی جھگڑے روز کا معمول بنتے جارہے ہیں اور یہ دشمنیاں کئی زندگیاں لے لیتی ہیں۔عائلی زندگی کے اختلافات بھی سوہانِ روح بن چکے ہیں ۔عائلی زندگی، اجتماعی زندگی کا بنیادی پتھر ہے ۔اجتماعی زندگی اس وقت ترقی کرتی ہے جب زوجین کا سماجی رشتہ ٹھیک ہو، خاندان امن وسکون اور باہمی پیار ومحبت پر استوار ہو خاندانی زندگی کا یہ خوبصورت قصر جو بنی نوع انسان کے لیے سائبان کا کام دیتا تھا، بدقسمتی سے اس میں دراڑیں پڑتی جارہی ہیں۔''اگر یہ کہا جائے کہ عصرِ حاضر میں خاندان کا امن بھنور اور بگولوں کی زد میں ہے تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔صرف مغرب ہی مادر پدر آزادی اور عائلی نظام کی تباہی سے دوچار نہیں ہوا بلکہ مشرق بھی اس کے مضر اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا۔گزشتہ چند صدیوں میں استعماری پنجہ نے عالمِ اسلام کی اکثریت کو جکڑ لیا اور اپنے نظریات اور افکار سے امتِ مسلمہ کی سماجی و معاشرتی زندگی کو متاثر کیا۔پچھلی صدی میں اکثر اسلامی ممالک نے آزادی حاصل کر لی لیکن یہ حقیقی آزادی نہ تھی۔ برطانیہ، جرمنی، فرانس اور اس کے بعد امریکہ وروس نے عالمِ اسلام کا نقشہ بدل کے رکھ دیا۔سستی، مداہنت اور دین سے دوری کی بنا پر مسلمان حقیقی اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے چلے گئے اور مغربی استعمار کی نئی صورت گلوبل میڈیا کی صورت میں اپنے دائرہ کار کو وسیع کرتی چلی گئی۔فواحش و منکرات کے بڑھتے ہوئے سیلاب نے ڈش، کیبل اور انٹرنیٹ کی صورت میں مسلم عائلی قصر کی بنیادوں کو بھی ہلانا شروع کر دیا۔مشرق بھی مغربی افکار اور انداز واطوار سے متاثر ہوا اور عائلی اور خاندانی حالات ابتری کا رخ اختیار کرنے لگے۔مسلم معاشروں میں عائلی نظام تیزی سے خستگی سے دوچار ہو رہے ہیں۔محبت ورحمت اور مودت کی کمی ،جھگڑوں کی کثرت اور طلاق کا بڑھتا ہوا تناسب اس بات کی نشاندہی کرتا ہے۔''(۱۲) گزشتہ چند سالوں میں سعودی عرب میں بھی طلاق کی شرح 20٪ تک پہنچ چکی ہے۔(۱۳)

پاکستان میں بھی منظر نامہ فرق نہیں فیملی کورٹس پر کیے گئے ایک سروے کے مطابق ہر چوتھا جوڑا شادی کے کچھ عرصہ ہی علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، واحد حسین قادری نے بتایا کہ پہلے فیملی کورٹس میں گنتی کے لوگ اپنے مسائل لے کر آتے تھے مگر جب سے حکومت نے روشن خیالی جیسے نقطے کو اٹھایا ہے اور حقوقِ نسواں کا بل پاس کیا ہے اس کے بعد سے یہ تعداد سینکڑوں تک جا پہنچی ہے جو کہ معاشرہ کے لیے

ایک لمحہ فکر یہ ہے۔شازیہ رشید ایڈووکیٹ نے بتایا کہ طلاق کی شرح پہلے ۳۰ سے ۴۰ فیصد تھی اب یہ شرح ۵۰ سے ۶۰ فیصد ہو چکی ہے۔ستمبر ۲۰۰۷ میں فیملی عدالتو ں میں صرف ایک مہینے میں ۱۲۱۳ دعوے دائر کیے گئے۔جن میں سے ۷۹۵ تنسیخ نکاح کے تھے۔عدالتوں نے گزشتہ ماہ طلاق کے ۶۱۴ فیصلے سنائے۔(۱۴) شادی ایک ایسا بندھن ہے جو مرد اور عورت ایک پاکیزہ رشتے کے بندھن میں باندھ کر مطمئن اور آسودہ فضا کو جنم دیتا ہے۔اس رشتے کو برقرار رکھنے کے لیے میاں بیوی کے درمیان ذہنی ہم آہنگی بہت ضروری ہے۔دراصل شادی ایک درسگاہ ہے جہاں دو افراد ایک دوسرے کا ساتھی بن کر جینا سیکھتے ہیں اور جب بچے ہو جاتے ہیں تو ان کے لیے قربانی کرنا سیکھتے ہیں اگر میں بیوی کے درمیان چھوٹے موٹے اختلافات بڑھ کر انا کا مسئلہ بن جائیں تو شادی کا رشتہ کمزور پڑ جاتا ہے۔آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک کا فقدان ہو جائے تو چھوٹی چھوٹی باتیں اس مضبوط قصر میں دراریں ڈال دیتی ہیں۔معمولی اختلافات بڑھتے بڑھتے میدانِ جنگ کا روپ دھار لیتے ہیں۔اگر یہ گھریلو بدامنی برقرار رہے تو اس اس خوبصورت رشتے کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔رضی الدین سید لکھتے ہیں:

> ''ہمارے ملک میں طلاق کی شرح بہت بڑھ گئی ہے۔بڑے ارمانوں اور تلاش کے بعد کی جانے والی شادیاں آج کل چھ سے بارہ مہینے کے اندر علیحدگی پر انجام پذیر ہونے لگی ہیں''۔(۱۵)

آج اگر آپ مفتیانِ کرام سے پوچھیں تو ان کے پاس آنے والے مسائل کا تقریباً ۸۰ فیصد حصہ اسی شعبہ زندگی سے متعلقہ ہوتا ہے۔(۱۶)

فائز حسن سیال لکھتے ہیں

> ''۱۹۹۸ء میں ہم نے ایک تحقیق کی جس سے پتا چلا کہ ۹۰٪ لوگ (خاوند اور بیویاں) اپنی شادی سے ناخوش ہیں اور ان میں اکثریت مصیبت زدہ اور مایوس ہے۔یہ نوے فیصد لوگ جو اپنی شادی سے مطمئن نہیں تھے اگر ان کے پاس انتخاب کی آزادی یعنی اگر ان کے مسائل کا کوئی سماجی طور پر قابلِ عمل حل ہوتا تو وہ ایک دوسرے کو چھوڑنے پر تیار تھے۔''(۱۷)

قرآنِ کریم اور اختلافات کا حل

قرآن مجید فرقانِ حمید مسلم امہ کو جڑ کر رہنے کی ترغیب دلاتا ہے جبکہ تفرقہ دلوں کی دوری کا باعث بنتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ

كُنتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴾(۱۸)

اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دل میں محبت ڈال دی اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پھر اس نے تمہیں بچالیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں واضح کرتا تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

اللہ کی رسی سے مراد اللہ کا دین یا کتاب وسنت کے احکام ہیں اور اللہ کی رسی اس لیے کہا گیا کہ یہی وہ رشتہ ہے جو تمام اہلِ ایمان کا اللہ سے تعلق قائم رکھتا ہے اور دوسری طرف اہلِ ایمان کو ایک دوسرے سے مربوط بناتا ہے اور کتاب وسنت کے احکام پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے سے اس بات کا امکان ہی نہیں رہتا کہ مسلمانوں میں اختلاف، انتشار یا عداوت پیدا ہو۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی تر توجہ دینی تعلیمات پر مرکوز رکھیں اور فروعی مسائل میں الجھ کر امتِ مسلمہ میں انتشار پیدا کر کے فرقہ بندیوں سے پرہیز کریں۔

عبدالرحمان کیلانی لکھتے ہیں

''سو ارشاد فرمایا گیا کہ آپس میں ٹولیوں میں نہ بٹ جانا کہ اللہ کی رسی کو چھوڑ کر الگ الگ گرپ بنالو۔ کہ اگر تم لوگوں نے اس طرح کیا تو تم ہلاکتوں کے گڑھے میں گرتے اور اپنی تباہی کا سامان کرتے جاؤ گے اور خداوند قدوس سے دور ہو کر ہمیشہ کے لیے مبتلائے عذاب ہو جاؤ گے جبکہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے والے اس طرح کی ہر ہلاکت سے محفوظ رہیں گے، اور سیدھے خداوند قدوس کے جوارِ رحمت میں پہنچ کر ابدی سعادت وسرخروئی اور حقیقی کامیابی وکامرانی سے بہرہ ور و سرفراز ہوں گے۔ سو بچنے کی ایک ہی راہ ہے کہ سب کے سب الل کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ اور ٹکڑیوں میں مت بٹ جاؤ۔ اور تالیف قلوب کی یاد دہانی وتذکیر کے لیے فرمایا گیا تم لوگ اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر فرمایا جبکہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے باہم جوڑ دیا تمہارے دلوں کو۔ سو اس قادرِ مطلق مالک مہربان نے تالیف قلوب کی اس عظیم الشان نعمت سے تم کو نوازا۔ اس دین وایمان کر برکت سے، اور اس کی رحمتوں بھری انقلاب آفریں مقدس تعلیمات کے ذریعے۔ سو اپنے خالق ومالک کے اس عظیم الشان احسان کو یاد کر کے تم ہمیشہ اس کا شکر ادا کرو اور دل وجان سے اس کے حضور جھکے رہو، کہ اس خالقِ حقیقی کا تم پر حق بھی ہے اور اس میں خود تمہارا بھی بھلا بھی ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت کے اس ابدی جہاں میں بھی''۔ تیسیر القرآن پھر

اختلافات کے ختم کرنے کا زریں نسخہ بھی بتادیا کہ اگر تم اپنی اپنی ذاتی رائے پر لوگوں کو اکٹھا کرنا چاہو گے تم کبھی اتفاق واتحاد کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا بلکہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا ہی اختلافات کے تدارک کا باعث بن سکتا ہے۔(۱۹)

سید قطب لکھتے ہیں

''اس مقام پر قرآن کریم نے ''فالف بینکم'' نہیں فرمایا بلکہ (فالف بین قلوبکم) فرمایا کیونکہ قلوب ہی تمام مشاعر وجذبات کی قیام گاہ ہوتے ہیں۔ اور قلوب میں الفت پیدا ہونے کے بعد یہ قلوب اللہ کے عہد و میثاق پر خوب مضبوط ہوگئے، اور اس کے ساتھ ہی ان کی پچھلی حالت کا بھی ایک زندہ و متحرک منظر پیش کردیا، کہ تم آگ کے کنارے پر پہنچ چکے تھے، اور جب تم آگ میں گرنے ہی والے تھے کہ اس نے تمہیں تھام لیا۔ محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت اوس اور خزرج کے بارے میں نازل ہوئی اور اس کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ کسی یہودی نے جب اوس اور خزرج کی باہمی الفت ومحبت کا منظر دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا اور اس نے ایک شخص کو یہ سمجھا کر بھیجا کہ وہ دونوں قبیلوں میں بیٹھ کر ان کی جنگ بعاث اور دوسری جنگوں کا تذکرہ کرے۔ چنانچہ وہ شخص مسلسل ان کے درمیان ان جنگوں کا تذکرہ کرتا رہا، یہاں تک کہ دونوں قبیلے بھڑک اٹھے اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کو ٹھنڈا کیا، اور فرمایا کیا تم میری موجودگی میں جاہلی نعروں پر لڑو گے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی جس پر دونوں قبائل شرمندہ ہوئے اور باہم صلح واتفاق کرلیا۔'' (۲۰)

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں

" فلیس فی الایة دلیل علی تحریم الاختلاف فی الجزئیات والفروع ، و تقدیر مصالح العامه ، و انما التخالف المذموم هو فی اتباع الاهوء والاغراض المختلفة، وما یؤدی الیه من تقاطع و تدابر وتقاتل". (۲۱)

اگر اختلاف ہوجائے تو اسلام فوری طور پر اصلاح ذات البین کا حکم دیتا ہے فرمایا

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴾

پس اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں اصلاح کرادیا کرو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔

حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں۔

''کہ مذکورہ تینوں باتوں پر عمل کے بغیر ایمان مکمل نہیں،اس سے تقویٰ ،اصلاح ذات البین اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اہمیت واضح ہے خاص طور پر مال غنیمت کی تقسیم میں اس تینوں امور پر عمل بہت ضروری ہے ۔کیونکہ مال کی تقسیم میاں باہمی فساد کا بھی شدید اندیشہ رہتا ہے۔اس کے علاج کے لیے اصلاح ذات البین پر زور دیا۔ہیرا پھیری اور خیانت کا بھی امکان رہتا ہے اس لیے تقویٰ کا حکم دیا۔اس کے باوجود بھی کوئی کوتاہی ہو جائے تو تو اس اک حل اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں مضمر ہے''۔(۲۳)

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں

''اس آیت کے آخری حصے میں صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور آپس کے تعلقات کو درست رکھو۔اس میں اس واقعے کی طرف اشارہ جو غزوہ بدر میں مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں صحابہ کرامؓ میں پیش آیا تھا۔جس میں باہمی کشیدگی اور ناراضگی کا خطرہ تھا۔حق تعالیٰ نے تقسیم غنیمت کا قضیہ تو اس آیت کے ذریعے خود طے فرمادیا۔اب ان کے دلوں کی اصلاح اور باہمی خوشگواری کی تدبیر بتائی گئی ہے۔ جس کا مرکزی نقطہ تقویٰ اور خوف خدا ہے۔تجربہ شاہد ہے کہ جب تقویٰ اور خوفِ خدا و آخرت غالب ہوتا تو بڑے بڑے جھگڑے منٹوں میں طے ہو جاتے ہیں۔باہمی منافرت کے پہاڑ گرد بن کر اڑ جاتے ہیں۔یعنی ایمان کا تقاضا اطاعت ہے،اطاعت نتیجہ ہے تقویٰ کا اور جب یہ چیزیں لوگوں کو حاصل ہو جائیں گی تو ان کے آپس کے جھگڑے خود بخود ختم ہو جائیں گے اور دشمنی کی جگہ دلوں میں محبت اور الفت پیدا ہو جائے گی۔(۲۴)

ارشاد فرمایا گیا کہ تم آپس کے معاملات کو درست رکھو اور تفرقہ واختلاف سے بچو تنازع اور اختلاف کو مسلم امہ کے لیے زہر قاتل قرار دیتے ہوئے فرمایا

﴿ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ لَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَ تَذۡہَبَ رِیۡحُکُمۡ وَ اصۡبِرُوۡا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴾ الانفال ۸:۴۶

''اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور باہم تنازع میں نہ پڑو ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور ثابت قدم رہو بے شک اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے''

علامہ جصاصؒ لکھتے ہیں

"أمر اللہ تعالیٰ فی هذه الأية بطاعته و طاعة رسوله و نهى بها عن الاختلاف والتنازع وأخبر أن الاختلاف والتنازع يؤدى الفشل و هو ضعف القلب من فزع يلحقه .وقيل ان المعنى ريح النصر التى يبعثها الله مع من ينصره على من يخذله وروى ذلك عن قتاده ،.وقال ابو عبيده تذهب دولتكم ، من قولهم ذهبت ريحه أى ذهبت دولته."(۲۵)

اسلام اصلاح ذات البین کے کام نیکی اور بڑے اجر کا کاموں میں شمار کرتا ہے فرمایا

﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾(۲۶)

ان کے اکثر مصلحتی مشورے بے خیر ہیں ہاں بھلائی اس کے مشورے میں ہر جو خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دے۔اختلافات کے تدارک کے ضمن میں جو آیت تفصیلی رہنمائی فراہم کرتی ہے وہ سورہ الحجرات کی آیات نمبر ۹ اور دس ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْم بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾(۲۷)

قرآن کریم کی آیت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں میں باہم قتال کوئی روز کا معمول نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے نادرالوقوع ہونا چاہیے اسی لیے "ان" کا لفظ استعمال کیا۔امام رازی لکھتے ہیں

"وان اشارة الى ندرة الوقوع القتال بين طوائف المسلمين " (۲۸)

ساتھ ہی وہ یہ بھی لکھتے ہی کہ "طائفہ" کے لفظ میں یہ اشارہ موجود ہے کہ یہ جھگڑا اور اور فساد وسیع پیمانے پر نہیں پھیلنا چاہیے اس لیے "فرقۃ" کا لفظ استعمال نہیں کیا اور طائفہ سب سے مختصر جماعۃ کو کہتے ہیں اور "اقتتلو" کہا گیا اور یقتلونہیں کہا گیا کیونکہ مستقبل کا صیغہ دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے اور مقصد یہ ہے کہ فوری اصلاح کی کوشش کی جائے تا کہ اختلاف اور جھگڑا طول نہ پکڑنے پائے"۔(۲۹)

مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

,,اگر اتفاق سے مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو پوری کوشش کرو کہ اختلاف

رفع ہو جائے اس میں اگر کامیابی نہ ہو اور کوئی فریق دوسرے پر چڑھا چلا جائے اور ظلم و زیادتی ہر کمر باندھ لے تو یکسو ہو کر نہ بیٹھ رہو، بلکہ جس کی زیادتی ہو سب مسلمان مل کر اس سے لڑائی کریں یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہو کر اپنی زیادتیوں سے باز آجائے یا اور خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لیے اپنے کو پیش کر دے۔ اس وقت چاہیے کہ مسلمان دونوں فریقوں کے درمیان مساوات و انصاف کے ساتھ صلح اور میل ملاپ کرا دیں کسی ایک کی طرفداری میں جادہ حق سے ادھر ادھر نہ جھکیں۔ جب دو بھائی آپس میں ٹکرا جائیں تو یونہی ان کے حال پر نہ چھوڑ دو، بلکہ اصلاحِ ذات البین کی پوری کوشش کرو اور ایسی کوشش کرتے وقت خدا سے ڈرتے رہو کہ کسی کی بیجا طرف داری یا انتقامی جذبہ سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔،،(۳۰)

حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں

''یعنی جب مومن سب آپس میں بھائی بھائی ہیں تو ان سب کی اصل ایمان ہوئی۔ اس لیے اس اصل کی اہمیت کا تقاضا ہے کہ ایک ہی دین پر ایمان رکھنے والے آپس میں نہ لڑیں بلکہ ایک دوسرے کے دست و بازو، ہمدرد و غم گسار اور مونس و خیر خواہ بن کر رہیں۔ اور کبھی غلط فہمی سے ان کے درمیان بعد اور نفرت پیدا ہو جائے تو اسے دور کر کے انہیں دوبارہ جوڑ دیا جائے۔''(۳۱)

ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں

''ثم أمر الله تعالى بالاصلاح في غير القتال ولو في أدنى اختلاف ،أي تتميماً للارشاد ذكر تعالى أن المؤمنين اخوة في الدين ،ويجمعهم أصل واحد و هو الايمان،فيجب الاصلاح بين كل أخوين متنازعين ،وزيادة في أمر العناية بالاصلاح بين الاخوين أمر الله بالتقوىٰ '' (۳۲)

اسلام ہر اختلاف کو ختم کرنے کی تاکید کرتا ہے خواہ ''کچھ لو اور کچھ دو'' کی پالیسی کی مدِ نظر رکھتے ہوئے ہی کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴾(۳۳)

آپس میں اگر میاں بیوی کے درمیان اختلاف اور چپقلش پورے گھر کی فضا کو مکدر کر دیتی ہے امن و

آشتی کی چاشنی سے گھر خالی اور ایک دوسرے سے دل دور ہو جاتے ہیں اگر وجہ نزاع پر دونوں افراد مفاہمت کر لیں تو یہ عمل باعثِ خیر ہوگا بلکہ یہ نسلِ نو کے لیے پرسکون فضا پیدا کرے گا معصوم کلیاں ماں باپ کی چاہتوں کی چھاؤں میں پروان چڑھیں گی۔ایک طرف گھر کا خوبصورت سائبان شکست وریخت سے بچ جائے گا دوسری گھر کی اندرونی فضا خوشیوں دے بھر جائے گی ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

،، والصلح خیر من الفراق والتسریح،أو من النشوز والاعراض،وسوء العشره،أو هو خیر من الخصومة فی کل شیء،حفاظا علی الرابطةالزوجیه،ومنعاً من هدم کیان الاسره و الحاق الضرر بالاولاد.و کل ذلکیوجب المودة الی المعاشرة بالمعروف (۳۴)

اختلافات کے تدارک کے لیےضروری ہے کہ عورت نزاعی امر سے دستبردار ہو جائے۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں

،، ومعنی الصلح ان یتصالحا علی أن تطیب له نفسها عن القسمة أوعن بغضها کما فعلت سوده بنت زمعهحین کرهت ان یفارقها رسول الله صلی اللهعلیه و أله وسلم و عرفت مکان عائشة من قلبه ،فوهبت له یومها،، (۳۵)

احادیث مبارکہ اور اصلاحِ ذات البین

اختلافات کی آگ کو سرد کرنا اور افرادِ معاشرہ کے درمیان صلح اور خیر اسلام کا مطلوب ہے یہی وجہ کہ اس عمل کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاحِ ذات البین کو صلوٰۃ وصیام اور صدقہ سے افضل قرار دیتے ہوئے فرمایا

،، أَلَا أُخْبِرُکُمْ بِأَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ الصِّیَامِ وَالصَّلَاةِ و الصَّدَقَةِ قَالُوا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَیْنِ ،وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَیْنِ الحَالِقَةُ،، (۳۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس کا درجہ نماز، روزہ اور صدقہ و خیرات کرنے سے بھی زیادہ ہے۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا : کیوں نہیں حضور ﷺ ضرور ارشاد فرمائیے۔آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کے درمیان صلح اور ملاپ کر دینا اور آپس کی لڑائی اور پھوٹ مونڈ نے والی ہے۔

حدیثِ مبارکہ ہے کہ ہر روز جب صبح ہوتی ہے تو ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہو جاتا ہے فرمایا:

يَعْدِلُ بَيْنَ النّاسِ صَدَقَةٌ (۳۷)

افراد کے درمیان عدل کرانا صدقہ ہے۔افراد کے درمیان صلح اور مفاہمت اتنی اہم اور ضروری ہے کہ اس کے لیے جھوٹ بولنے کی اجازت عطا فرمائی۔فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

,, لَيْسَ الْكَذّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النّاسِ فَيَنْمِيْ خَيْراً أَوْ يَقُوْلُ خَيْراً.(۳۸)

وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان اصلاح کے لیے جھوٹی خبریں بناتا ہے یا بھلی بات کہتا ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے أَنَّ أَهْلَ قُبَاءِ اقْتَتَلُوْا حتّٰى تَرَامُوْا بِالْحِجَارَةِ فَأُخْبِرَ رَسُوْلُ اللهِ بِذٰلِكَ فقل إِذْهَبُوْا بِنَا نُصْلِحُ بَيْنَهُمْ (۳۹) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل قبا کا آپس میں جھگڑا ہو گیا یہاں کہ وہ ایک دوسرے پر پتھراؤ کرنے لگے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو فرمایا آؤ چلیں اور لوگوں کے درمیان صلح کروادیں۔

ہر جائز صلح اور مفاہمت کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا

,, عن أبى هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ زَادَ أَحْمَدُ اِلّا صُلْحاً أَحَلَّ حَرَاماً أَوْ حَرَّمَ حَلَالاً وَزَاد سليمان بن داؤد و قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المسلمون علىٰ شروطهم "(۴۰)

اسلام نہ صرف اختلاف دور کرنے کی تاکید کرتا ہے بلکہ وہ اختلاف پیدا کرنے اور قتال کو ناپسند کرتا ہے

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے" جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر لڑ پڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔میں نے پوچھا یہ تو رہا قاتل مگر مقتول کا کیا قصور ہے؟" فرمایا وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا" (۴۱)

بہت سی احادیثِ مبارکہ میں اختلاف وانتشار کی ممانعت اور اتفاق واتحاد کا حکم موجود ہے۔جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرتِ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان الله يرضىٰ لكم ثلاثاً ،ويسخط لكم ثلاثاً ،فيرضىٰ لكم ان تعبدوه ولا تشركوا به شيئا ،وأن تعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا ،(وأن تناصحوا من ولى الله أمركم)،ويسخط لكم ثلاثاً ؛قيل وقال،و كثرة السوال ،و اضاعة المال. (۴۲)

"اللہ تعالیٰ تین باتوں کو پسند فرماتا ہے اور تین باتوں کو تمہارے لیے ناپسند فرماتا ہے: وہ تمہارے لیے پسند فرماتا ہے تم صرف اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی

سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو اور جن کو اللہ تعالیٰ تمہارا حکمران بنادے ان کی خیر خواہی کرو اور جن باتوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نا پسند فرماتا ہے وہ بے مقصد ادھر ادھر کی باتیں، کثرتِ سوال اور مال ضائع کرنا ہے۔''

ابن کثیر نے مسند احمد کے حوالے سے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا((انہ سیکون بعدی اختلاف او امر فان استطعت ان یکون اسلم فافعل))(۴۳)

میرے بعد تم اختلاف دیکھو گے جب اختلاف ہوتا دکھائی دے تو اگر تجھ سے صلح ہو سکے تو کر لے

اختلاف کی اقسام

انفرادی

اس سے وہ اختلاف مراد ہیں جن کا تعلق افراد سے ہو جیسے دو یا دو سے زیادہ افراد کے درمیان جھگڑا اور تنازع ہو۔ اس کا اثر صرف متعلقہ افراد یا ایک خاص گروہ تک محدود ہوتا ہے۔ اس میں خاندانی جھگڑے اور انفرادی اختلافات آتے ہیں۔ اس کا شکار اگرچہ افراد ہی براہ راست ہوتے ہیں تاہم ان کے اثرات متعدی ہو کر پورے معاشرے کو متاثر کرتے ہیں اس لیے ان کا فوری خاتمہ بھی ضروری ہے۔

اجتماعی

اس سے وہ اختلافات مراد ہیں جن کا اثر براہ راست زیادہ لوگوں پر پڑے۔ زیادہ افراد یا جماعتیں اس کا آلہ کار ہوں اس کا نقصان اور زیادہ ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں عموماً لوگ گروہوں یا ٹولیوں میں بٹ جاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے دور ہو کر رستے جدا کر لیتے ہیں۔ اجتماعیت جو اسلام کا مطلوب ہے اس میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔ یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے بعض اوقات لسانی، گروہی، یا علاقائی تصادم کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ تصادم خواہ اجتماعی ہو یا انفرادی، اسلام ہر دو کو نا پسند کرتا ہے اور بروقت اور فوری تدارک کی تدابیر بروئے کار لاتا ہے۔

اختلاف کے خاتمہ کے مدارج

اسلام اختلاف پیدا ہونے سے قبل ایسے اقدامات کرتا جو اس کی راہ میں رکاوٹ بنیں اور باہم افراد کے دل جڑے رہیں مثلاً اسلام حقوق وفرائض کا تعین کرتا ہے حقوق نظر انداز کیے جائیں تو احسان، عفو و در

گزر، تحمل اور صبر کی تاکید کرتا ہے" والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس "(۴۴) کا خوبصورت درس دے کر اختلافات کے شعلے کی لو مدہم کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ اگر یہ حق تلفی معمول بن جائے یا بڑھ کر ظلم کا تناور درخت بن جائے تو بدلہ لینے کا حق دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به﴾(۴۵)

اگر کبھی ایسا ہو جائے کہ باہمی اختلافات ریشمی نلکیوں کے دھاگے کی مانند الجھ جائیں اور خود سلجھاؤ ناممکن نظر آ رہا ہو تو دادرسی کے لیے قانونی ڈھانچہ فراہم کرتا ہے۔ اس کو ہم کچھ مدارج میں تقسیم کر سکتے ہیں

خاندان:

پہلا مرکز جہاں مظلوم دستک دے سکتا ہے وہ ادارہ خاندان کا دروازہ ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے

﴿وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾(۴۶)

"اگر بیوی کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ بے اعتنائی کا شکار پڑی رہے گی تا آنکہ اس کے ساتھ یہ درشت رویہ طلاق پر منتج ہو جائے گا۔ جو کہ خدا کے نزدیک ابغض المباحات ہے یا اسے یہ خطرہ ہو کہ شوہر اسے لٹکائے رکھے گا۔ تو اس عورت اور اس کے شوہر کو کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ آپس میں کوئی معاملہ کریں اور بیوی اپنے کچھ مالی واجبات ترک کر دے، کہ نفقہ یا اس کے کچھ حصہ سے دستبردار ہو جائے، یا اگر شوہر کی دوسری بیوی ہو تو اس کو اپنے اوپر اپنے حصہ میں یا اپنی شب میں حصہ دیدے اور اس طرح شوہر سے صلح کر لے تو یہ طلاق سے بہتر ہے۔ اور اس سے خوب تر ہے کہ دونوں بے اعتنائی اور درشتی کی زندگی بسر کرتے رہیں۔"(۴۷)

قاضی ثناءاللہ پانی پتی لکھتے ہیں

"گھریلو زندگی میں ہمیشہ جھگڑے پیدا ہوتے ہیں ۔ ایسے مواقع پر ہمیشہ دو طریقے ہوتے ہیں ایک قرآن کے الفاظ میں شح کا طریقہ ہے اور دوسرا صلح کا طریقہ ہے۔ دونوں طریقوں کی نفسیات ایک دوسرے سے بالکل فرق ہے۔ ایک طریقہ کا رخ اپنی ذات کی طرف ہوتا ہے اور دوسرے طریقے کا رخ دونوں کی طرف۔ جس عورت یا مرد پر حرص کی سوچ غالب ہو وہ معاملہ کو صرف اپنی نسبت سے دیکھے گا۔ اپنے جذبات کی رعایت، اپنے مفاد کا تحفظ، اپنے وقار کی بحالی، اپنی ضد کو پورا کرنے پر اصرار بس انہی دائروں میں اس کا

ذہن چلے گا۔ دوسرا طریقہ صلح کا ہے یعنی دونوں فریقوں کی رعایت کرتے ہوئے تصفیہ کی کوشش کرنا یا کچھ لے کر اور کچھ دے کر معاملہ کو ختم کرنا۔ اس طریقہ میں سنجیدگی ہے۔ اس میں انصاف ہے۔ پہلا طریقہ اگر خود پسندی کا ہے تو دوسرا انسانیت دوستی کا ہے۔ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ جب آپ یک طرفہ طور صرف اپنی خواہشات کو جانیں اور صرف اپنے حق پر اصرار کریں تو یہی مزاج فریقِ ثانی کے اندر بھی پیدا ہوگا۔ ایک ضد کے بعد جوابی ضد پیدا ہو کر معاملہ کو مزید پیچیدہ بنا دے گی لیکن اگر آپ دوطرفہ انداز میں سوچیں۔ آپ دوسرے سے کہیں کہ میں صلح اور امن چاہتا ہوں۔ آؤ ہم دونوں ضد کو چھوڑ دیں اور مفاہمت کے اصول پر چلتے ہوئے ادھر یا ادھر معاملہ کو ختم کر دیں۔ جب آپ اس قسم کا مصالحانہ رویہ ظاہر کریں گے تو فریقِ ثانی کا ضمیر جاگ اٹھے گا۔ وہ بھی اپنی ضد چھوڑ دے گا اور کم سے کم پر راضی ہوتے ہوئے آپ صلح کر لے گا، جبکہ اس سے پہلے وہ زیادہ سے زیادہ کے لیے اصرار کر رہا تھا۔ حرص انسانی روح کو گندا کرتی ہے اور صلح کا طریقہ انسان کو غیر حقیقی جھگڑوں سے اوپر اٹھا کر اس کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اعلیٰ میں جی سکے۔ (۴۸)

حرص و آز چونکہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے سو ارشاد فرمایا کہ حرص و آز کو انسانی فطرت میں پیوست کر دیا گیا ہے۔ جس کے باعث ہر شخص اپنے حقوق کا طلب گار ہوتا ہے جس سے باہمی اختلاف اور نزاع کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن ان جھگڑوں کا علاج بھی اسی فطری اور جبلی کشمکش میں موجود ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس نزاع اور جھگڑے کو احسن انداز میں نپٹانے کے لیے ضروری ہے کہ ایک فریق اپنے حقوق میں سے کسی حد تک دستبردار ہو جائے تو اس سے دوسرا نرم پڑ جائے گا اور باہمی کشاکش کی جگہ امن و سکون کا دور دورہ ہو جائے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا(۴۹)

''پھر اگر میاں بیوی کے درمیان تمہیں اگر ایسی صورت نظر آئے کہ وہ جھگڑے کو خود نہ سلجھا سکیں تو تم ایک حکم مرد کے خاندان سے اور ایک حکم عورت کے خاندان سے مقرر کر دو اگر دونوں کی نیت اصلاح حال کی ہوگی تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا۔ بے شک اللہ بڑا ہی علم رکھنے والا ہر طرح سے باخبر ہے۔''

ابو جعفر ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ مجاہد کہتے ہیں میں نے قیس بن سعد سے حکمین کے اختیار کے

بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا

"فيعرفان عند ذلك من الظالم والناشز منهما ،فأتيا عله،فحكما عليه ،فان كانت المرأة قالا :أنتِ الظالمة العاصية، لا ينفقي عليك حتىٰ ترجعي الى الحق وتطيعي الله فيه.وان كان الرجل هو الظالم،قالا :أنت الظالم المضار لا تدخل لهابيتاً حتىٰ تنفق عليها و ترجع الى الحق والعدل.وان كانت هي الظالمةالعاصيةأخذ منها مالها ،وهو له حلال طيب ،وان كان هو الظالم المسئ اليها المضار لها طلقها ،ولم يحل له من مالها شئ ،فان امسكها أمسكها بما أمر الله وأنفق عليها و أحسن اليها.(۵۰)

علامہ زمخشری (ان يريدا اصلاحا) کی تفسیر میں رقمطراز ہیں

"للزوجين أى ان قصدا صلاح ذات البين وكانت نيتهما صحيحة و قلوبهما ناصحة لوجه الله ،بورك لهما فى وساطتهما ،وأوقع الله بطيب نفسهما وحسن سعيهما بين الزوجين الوفاق والالفة ،وألقىٰ فى نفوسهما المودة والرحمة.وقيل الضميران للحكمين ،أى ان قصدا اصلاح ذات البين والنصيحة للزوجين يوفق الله بينهما."(۵۱)

مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں

شقاق یعنی ایسی کشمکش جسے وہ باہم نہ سلجھا سکیں ،امت کا افرادِ امت کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔افراد کے باہمی اور خانگی مناقشوں سے معاشرہ اسلامی کا دامن بالکل الگ اور بے تعلق رہ ہی نہیں سکتا کہ افراد ہی کی صالحیت پر تو امت کی صالحیت کا دارومدار ہے۔آیت میں اس بات کی تعلیم ہے کہ افراد کی خانگی نزاعوں کو امت اپنا ہی معاملہ سمجھے۔اسلامی معاشرہ میں میاں بیوی میں نزاع ہونے کی صورت میں یہ ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ فوراً طلاق ہو جائے یا نوبت کسی ایسی ہی شدید کاروائی کی فوراً آ جائے بلکہ پہلے ہر کوشش مصالحت و مفاہمت کی ہو جانا چاہیے،رشتہ ازدواج ایک اہم ترین رشتہ ہے،اس پر بے پروائی سے ضرب نہیں لگائی جا سکتی۔(۵۲)

کسی مسئلہ کو سلجھانے کے لیے افہام و تفہیم کی ایک یہ صورت بھی ہے کہ متعلقہ افراد اس ضمن میں اپنا کردار ادا کریں۔علامہ ابنِ کثیر لکھتے ہیں" پہلے اس حالت کا تذکرہ کیا گیا تھا جب سرکشی اور بدخوئی عورت کی

طرف سے ہو اور اب اس دوسری حالت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ جب میاں بیوی دونوں میں کشیدگی ہو تو اس کے بارے میں یہ حکم نازل ہوا۔ فقہا فرماتے ہیں کہ جب میاں بیوی میں ان بن ہو جائے تو حاکم انہیں کسی قابلِ اعتماد شخص کے پاس رکھے جو ان کا جائزہ لیتا رہے اور ان میں سے جو ظالم ہو اسے ظلم سے باز رکھے۔ اور اگر دونوں میں لڑائی جھگڑا اور کشیدگی طول اختیار کر لے تو حاکم ایک قابلِ اعتماد شخص عورت کے خاندان میں سے اور ایک مرد کے خاندان میں سے بھیجے تاکہ وہ دونوں اکٹھے ہو کر ان دونوں کے حالات کا جائزہ لیں اور ان کے مل جل کر رہنے یا الگ ہو جانے کے بارے میں وہ فیصلہ کریں جو ان کی نگاہ میں مصلحت کے مطابق ہو لیکن شارع کی منشا یہی ہے کہ دونوں میں صلح کرادی جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا '' اگر وہ دونوں صلح کرادینی چاہیں گے تو اللہ ان دونوں میں موافقت پیدا فرمادے گا''۔(۵۳)

علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ ایک نیک شخص مرد کے خاندان میں سے اور اسی طرح ایک شخص عورت کے خاندان میں سے مقرر کردیں۔ وہ دونوں جائزہ لیں ان میں سے برا کون ہے۔ اگر مرد برا ہو تو عورت کو اس سے روک لیں اور اسے نفقہ ادا کرنے پر مجبور کریں۔ اگر عورت بری ہو تو اسے شوہر کے پاس ہی رہنے دیں اور اسے نفقہ سے روک دیں۔

علیحدگی یا صلح میں سے جس بات پر بھی ان کی رائے متفق ہو تو دونوں طرح جائز ہے۔ اگر دونوں منصفوں کی رائے یہ ہو کہ انہیں مل جل کر رہنا چاہیے اور اس فیصلے پر میاں بیوی میں سے ایک راضی ہو جائے اور دوسرا راضی نہ ہو، اور اگر ان میں سے ایک فوت ہو جائے تو جو فیصلے پر راضی تھا وہ اس کا وارث ہوگا لیکن اس فیصلے کو ناپسند کرنے والا وارث نہیں ہوگا۔ اسے امام ابنِ ابو حاتم اور ابنِ جریر نے روایت کیا ہے۔(۵۴)

ابوعمر ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ دونوں منصفوں میں جب اختلاف ہو تو پھر ان میں سے کسی کے قول کا اعتبار نہیں ہیا س بات پر بھی اجماع ہے کہ صلح کی صورت میں ان کا فیصلہ نافذ ہوگا خواہ میاں بیوی نے انہیں مقرر نہ بھی کیا ہو۔ اور اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر انہوں نے جدائی کا فیصلہ کیا ہو تو کیا پھر بھی ان کا فیصلہ نافذ ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلے میں انہوں نے جمہور کا قول یہی بیان کیا ہے کہ تفریق کی صورت میں ان کا فیصلہ نافذ ہوگا۔(۵۵)

ڈاکٹر وھبہ زحیلی خاندان میں سے حکم مقرر کرنے کی مصلحت اور خاندانی امن کی پایداری کے لیے زیادہ بہتر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

" و اما کون الحکمین من أقارب الزوجین فھو علی وجه الاستحباب ، و یجوز کونھما من الاجانب ؛ لأن مھمتھما و ھی استطلاع حقیقیة الحال بین الزوجین واجراء الصلح بینھما والشھادة علی الظالم منھما ،تتحقق با لأجنبی ، کما تتحقق بالقریب،لکن الأولیٰ کونھما من أھل الزوجین ،حفاظاً علی أسرار الحیاة الزوجیة ،ومنعاً من التشھیر بالسمعة ،ولأن الأقارب أعرف بحال الزوجین من الأجانب ،واشد حرصاً علی الاصلاح،وأبعد عن المیل الی أحد الزوجین ،و أقرب الی اطمئنان النفس الیھم " (۵۶)

سید قطب رقمطراز ہیں

"اسلام نہ تو خاندان کو اس طرح چھوڑتا ہے کہ بیوی نافرمان ہو جائے اور اس سے آپس میں منافرت پیدا ہو جائے اور نہ اسلام فوری طور پر اس تعلق اور رشتہ کو ختم کرتا ہے کہ خاندان تباہ ہو جائے اور میاں بیوی کی غلطی کا خمیازہ چھوٹے اور کمزور بچے بھگتیں بلکہ اسلام چاہتا ہے کہ خاندان باقی رہے، ترقی کرے اور نشو نما حاصل کر کے معاشرے کو آگے بڑھاتا رہے چنانچہ اسلام نے ایک ہدایت یہ جاری فرمائی کہ اختلاف بین الزوجین کی صورت میں دو حکم متعین کر دیے جائیں۔ایک بیوی کے اہلِ خانہ کا ہو جسے وہ پسند کرے اور ایک شوہر کے اہلِ خانہ کا ہو جسے وہ چاہے۔اور یہ دونوں جذبات سے ،نفسیاتی صورت حال سے قطع نظر کر کے، جس کی بنا پر زن و شوہر کے تعلقات خراب ہوئے ہیں، مسئلہ کو سلجھائیں اور ان کے باہمی اتفاق کی کوئی راہ نکالیں۔ان کی فلاح اور بچوں کی شفقت کو مدِ نظر رکھیں۔مطلقاً غیر جانبداری کے ساتھ خاندان کو تباہی اور بربادی سے بچائیں۔" (۵۷)

معاشرہ :

جو ہمسائے، دوست ، رفقائے کار اور دیگر شہریوں پر مشتمل ہوگا۔معاشرہ اس بات کا ذمہ دار کہ جہاں ان شعلوں کی معمولی سی لپک دکھائی دے وہ فوراً فائر بریگیڈ یا ۱۲۲ کی طرح پہنچ جائے اور شعلوں کو الاؤ میں بدلنے سے بچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔اسلام مسلمانوں کو باہم بھائی بھائی قرار دیتا ہے اور بھائی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کو پہنچنے والے ہر نقصان سے بچانے کی مقدور بھر کوشش کرے۔

علامہ فخر الدین رازی ﴿فان بغت احداھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

" أی الظالم یجب علیکم دفعه عنه،ثم ان الظالم ان کان ھو الرعیة ،فالواجب

علی الامیر دفعهم،وان کان هو الامیر،فالواجب علی المسلمین منعه بالنصیحة فما فوقها ،وشرطه أن لا یثیرفتنة مثل التی فی اقتتال الطائفتین أو أشد منها " (۵۸).

ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ دعوۃ ونصیحت کے ذریعے اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے اور قتال کو رکوانے کی ہر مقدور بھر سعی ضرور کرنی چاہیے۔

" فاصلحوا بینهما بالنصح والدعوة الی حکم الله وامنعوها عن القتال بالنصیحة أو بالتهدید والتعذیب " (۵۹)

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اصلاح کی کوشش کرتے رہیں۔

علامہ جصاص سورہ الحجرات آیت نمبر ۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

" یدل علیٰ أن من رجا صلاح ما بین متعادیین من المؤمنین أن علیه الاصلاح بینهما " (۶۰)

احادیثِ مبارکہ میں مسلمانوں کو باہم بھائی بھائی قرار دیا گیا اور ایک بھائی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بھائی کے گھر میں اٹھنے والے طوفان کو روکنے کی مقدور بھر سعی کرے۔ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

"حدیثِ أنس بن مالك رضی الله عنه ،أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال((لا تباغضوا ، ولا تحاسدوا ، ولا تدابروا ،وکونوا عباد الله اخواناً.ولا یحل لمسلم أن یهجر أخاه فوق ثلاثةأیام))(۶۱)

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

حدیثِ عبدالله بن عمر رضی الله عنهما ،أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال :((المسلم اخو المسلم ،لا یظلمه ،ولا یسلمه. (۶۲)

اسلامی ریاست کی ذمہ داری

اگر خاندان اور معاشرہ اس اختلاف کو فرو کرنے میں ناکام ہو جائے تو اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس میدان میں اترے اور باہم صلح کروانے کی سعی کرے اور اس کے لیے باقاعدہ تمدنی قوانین موجود ہیں بلکہ اس معاملے میں ریاست کو سو یوموٹو ایکشن لینے کی بھی اجازت ہے۔

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ

تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿(۶۳)

جب اہل قبا میں باہم جدال وقتال کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ ؐ نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اصلاح فرمائی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ((أنَّ أهْلَ قُبَاءِ اقْتَتَلُوْا حتّٰی تَرَامُوْا بِالحِجَارَةِ فَأخْبِرَ رَسُوْلُ اللهِ بِذٰلِكَ فقل اِذْهَبُوْا بِنَا نُصْلِحُ بَيْنَهُمْ))(۶۴) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل قُبا کا آپس میں جھگڑا ہو گیا یہاں کہ وہ ایک دوسرے پر پتھراؤ کرنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو فرمایا آؤ چلیں اور لوگوں کے درمیان صلح کروادیں۔

ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان جھگڑوں اور اختلاف کے تدارک کی ہر ممکن سعی کرے۔

" اذا تقاتل فريقان من المسلمين ،فيجب على ولاة الامور الاصلاح بالنصح والدعوة الى حكم الله والارشاد و ازالة الشبه وأسباب الخلاف " (۶۵)

انجمن ہائے صلح کا قیام:

علامہ یوسف القرضاوی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جس طرح دیگر رفاہی ادارے قائم کیے جاتے ہیں اسی طرح مسلم امہ کے درمیان اختلاف وجدال کو روکنے کے لیے ایسے باقاعدہ ادارے کا قیام عمل میں لایا جائے اور مالیات کے ضمن میں زکوٰۃ کی مد ''غارمین'' میں سے ضروریات پوری کی جائیں۔ ''جس طرح جدید معاشروں میں آگ بجھانے کا باقاعدہ عملہ اور تنظیم ہوتی ہے۔اسی طرح ضروری ہے کی مصالحتی انجمنیں قائم کی جائیں اور ہر طرح سے جھگڑے کو نمٹانے کی سعی کریں اور اس کے اثرات کو مٹانے کے لیے تمام وسائل استعمال کریں۔''(۶۶)

اصلاحِ ذات البین کے اصول وآداب

اصلاح ذات البین اسلام کے پسندیدہ امور میں سے اور صدقہ ونفلی عبادت سے زیادہ ضروری ہے اس لیے بار بار اس کی ترغیب دلائی گئی ہے لیکن یہ اصلاحی کوشش اسی وقت بارآور ہوگی جب یہ آداب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کی جائے ذیل میں وہ پسندیدہ امور ذکر کیے جائیں جن کا خیال رکھنا مصلح کے لیے ضروری ہے اگر وہ مطلوبہ نتائج کا حصول چاہتا ہے۔

مصلح تقویٰ اختیار کرے:

جو شخص اختلاف دور کرنے کی سعی کر رہا ہے اسے چاہیے کہ وہ تمام مراحل پر تقویٰ اور خشیتِ باری تعالیٰ کا اہتمام کرتا رہے تاکہ وہ حقدار کو اس کا حق دلا سکے اور جانبداری اور ظلم سے اس کا دامن پاک رہ سکے۔ اگر اللہ کا خوف دل میں موجود رہے تو معاملات میں بہتری پیدا ہو جائے گی اور عدل کے قیام میں مدد مل سکے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾(٦٧)

پس اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں اصلاح کرا دیا کرو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ(٦٨)

ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں.

"أی تتميماً للأرشاد ذكر تعالىٰ أن المؤمنين اخوة فی الدين ، ويجمعهم أصل واحد وهو الايمان ،فيجب الاصلاح بين كل أخوين متنازعين ، وزيادة فی أمر العناية بالاصلاح بين الاخوين أمر الله تعالىٰ بالتقوىٰ ،ولكن رائدكم فی هذه الاصلاح وفی كل امور كم تقوی الله و خشيته ولخوف منه ، بأن تلتزموا الحق والعدل ،ولا تحيفوا ولا تميلوا لأحد الأخوين ، فانهم اخوانكم ،والاسلام سوی بين الجميع ،فلا تفاضل بينهم ولا فوارق، ولعلكم ترحمون بسبب التقوىٰ وهی التزام الأوامر و اجتناب النواهی." (٦٩)

قتال کا رکوانا واجب ہے:

اگر اختلافات بڑھ جائیں تو رفتہ رفتہ قتال کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور یہ بڑھ کر سیلابی ریلے کی صورت اختیار کر کے انسانی بستیوں میں تباہی لاتے ہیں یا آگ کی مانند جلا کر خاکستر کر دیتے ہیں اس لیے اختلافات کو بے نیازی سے بڑھنے نہیں دینا چاہیے بلکہ ابتدا میں قلع قمع کر دینا چاہیے لیکن اگر نوبت قتال تک جا پہنچے تو خاندان، معاشرے یا حکومت پر لازم ہے کہ ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے ظلم سے روک دے۔

علامہ محمود آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ یہ اصلاح کروانا اور قتال رکوانا واجب ہے۔

"وروى ذلك عن ابن عباس وهو للوجوب فيجب الاصلاح ويجب قتال الباغيه ما قاتلت ،واذا كفت و قبضت عن الحرب تركت ،وجاء في حديث رواه الحاكم، وغيره حكمها اذا تولت قال صلى الله عليه وسلم :((يا ابن أم عبد هل تدرى كيف حكم الله فيمن بغى من هذه الأمة؟)) قال الله تعالىٰ ورسوله أعلم قال :((لا يجهز علىٰ جريحها ولا يقتل اسيرها ولا يطلب هاربها ولايقسم فيؤها))(۷۰)

اصلاح میں عدل پیش نظر رہے:

اختلاف کے تدارک کے لیے ضروری ہے کہ اگر ظالم شخص ظلم سے دست کش ہو جائے تو عدل و انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے درمیان صلح کروائی جائے اور یہ بات پائیدار امن کی ضمانت ہوگی اور اگر عدل نہ کیا جائے تو اختلاف کا خاتمہ محض وقتی طور پر الاؤ کو سرد کرے گا اور موقع ملتے ہی یہ چنگاری دوبارہ بھڑک کر مسلم امہ کے خرمن کو جلا سکتی ہے اس لیے حکم دیا کہ جس زیادتی کی بنا پر یہ لاوا پھوٹا تھا عدل وانصاف کی ترازو میں رکھ کر اس ظلم کی ہمیشہ کے لیے بیخ کنی کر دی جائے۔

فَإِنْ فَآءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ(۷۱).

ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں

" أى رجعت الفئة الباغية عن بغيها ،بعد القتال،ورضيت بأمر الله و حكمه، فعلى المسلمين أن يعدلوا بين الطائفتين فى الحكم ، ويتحروا الصواب المطابق لحكم الله ،ويأخذوا على يد الطائفة الظالمة حتى تخرج من الظلم و تؤدى ما يجب عليها للأخرىٰ ،حتى لا يتجدد القتال بينهما مرة أخرىٰ ، واعدلوا أيها الوسطاء فى الحكم بينهما ،ان الله يحب العادلين و يجازيهم أحن الجزاء .وهذا أمر باعدل فى كل الأمور. "(۷۲)

نقصان کی تلافی بھی ضروری ہے۔

اصل میں فساد بین المسلمین عموماً اس وقت ہوتا ہے جب کوئی ایک فریق دوسرے کی حق تلفی کرے۔ اور اگر بات زیادہ بڑھ جائے تو نوبت قتال تک جا پہنچتی ہے۔اس لیے اس اس اصلاح کے دو مرحلے ہوں

گے پہلے مرحلے کی اصلاح یہ ہوگی کہ قتال کو رکوایا جائے اور حقیقی اصلاح اسی وقت وقوع پذیر ہوگی جب زیادتی کا ازالہ کیا جائے اور حقدار کو اس کا حق دلایا جائے۔علامہ رازی لکھتے ہیں

نقول لأن الاصلاح هناك بازالة الاقتتال نفسه،وذلك يكون بالنصيحة أو التهديد والزجر والتعذيب، والاصلاح ههنابازالة آثار القتل بعد اندفاعه من ضمان المتلفات وهو حكم فقال "بالعدل" فكأنه قال:واحكموا بينهما بعد تركهما القتالبالحق و أصلحوا بالعدل مما يكون بينهما لئلا يؤدى الى ثوران الفتنة بينهما مرة أخرىٰ" (۷۳)

زیادتی کرنے والے کے خلاف تادیبی کاروائی کی جائے

ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں اگر ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس کا ازالہ بھی ضروری ہے

" أى فان اعتدت وتجاوزت الحد احدى الفئتين على الاخرىٰ ،ولم تذعن لحكم الله وللنصيحة ،فعلى المسلمين أن يقاتلو اهذه الطائفة الباغيه ، حتى ترجع الى حكم الله وم أمر به من عدم البغى .والقتال يكون بالسلاح وبغيره، يفعل الوسيط ما يحقق المصلحة ،و هى الفيئة. فان تحقق فالمطلوب بما دون السلاح كان مسرفاً فى الزيادة. وان تعين السلاح وسيلة فعل حتى الفيئة"(۷۴)

حواشی وحوالہ جات

۱۔وحید الزماں قاسمی،القاموس الوحید،ادارہ اسلامیات لاہور،ص ۴۶۷

۲۔محمد فواد عبدالباقی،معجم المفہرس للالفاظ القرآن الکریم،بزیل مادہ اختلاف

۳۔النساء۴:۶۵ ٤۔الزمر ۳۹:۲۹

۵۔القاموس الوحید ۱۲۷ ٦۔القاموس الوحید۱۲۲۵

(۷)الانفال ۸:۶۰ ۸۔الانفال۸:۱

۹۔البقرہ۲:۳۰ ۱۰۔آل عمران ۳:۱۰۳

۱۱۔یوسف القرضاوی،فقہ الزکوٰۃ،مترجم ساجد الرحمٰن صدیقی،البدر پبلی کیشنز لاہور۲/۴۶۹)

۱۲۔ڈاکٹر شاہدہ پروین،عصری عائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات،پنجاب یونیورسٹی لاہور،جون ۲۰۱۳، ص ۴۸،۴۹

۱۳۔روزنامہ آواز لاہور،۹ جون ۲۰۰۷ ۱۴۔روزنامہ پاکستان لاہور،۱۵،اکتوبر ۲۰۰۷

۱۵۔رضی الدین سید،ازدواجی الجھنیں اوران کاحل،اذان سحر پبلیکیشنز لاہور،۲۰۰۵،ص ۲۰
۱۶۔محمد یوسف طیبی،مسنون شادی،دارالاندلس لاہور،ص ۵۷
۱۷۔فائزحسن سیال،ہمیشہ ساتھ ساتھ،ایس ون پبلشرز لاہور ۲۰۰۷،مقدمہ ص ۱۴
۱۸۔ آل عمران:۳:۱۰۳ ۱۹۔عبدالرحمن کیلانی،تیسیر القرآن،مکتبہ السلام لاہور،ص
۲۰۔سید قطب،تفسیر فی ظلال القرآن،اسلامی اکادمی لاہور،۲/۳۲
۲۱۔ ڈاکٹر وهبه الزحیلی،التفسیر المنیرفی العقیده و الشریعه و المنهج،دار الفکر المعاصر بیروت ،۳/۳۰
۲۲۔الانفال ۸:۱
۲۳۔ حافظ صلاح الدین یوسف،احسن البیان،دارالسلام لاہور،ص ۲۳۰
۲۴۔مفتی محمد شفیع،معارف القرآن،ادارۃ المعارف کراچی،ص
۲۵۔ أحکام القران۳/۷۸ ۲۶۔النساء،۴:۱۱۴ ۲۷۔ الحجرات ۴۹:۹،۱۰
۲۸۔رازی ،فخر الدین محمد بن عمر ،التفسیر الکبیر ،دالکتب العلمیه بیروت،۱۴/۱۰۹
۲۹۔ایضاً ۳۰۔شبیر احمد عثمانی،مولانا،فوائدعثمانی،دارالتصنیف کراچی،۱۹۷۵،ص ۶۷۰
۳۱۔حافظ صلاح الدین یوسف،احسن البیان،دارالسلام لاہور ص ۶۷۶
۳۲۔التفسیر المنیر ۲۵/۲۳۹
۳۳۔ النساء۴:۱۲۸ ۳۴۔ التفسیر المنیر ،دار الفکر دمشق ،۱۹۹۱،۵/۲۹۶
۳۵۔زمخشری محمود بن عمر ،الکشاف،دار الکتاب العربی بیروت ۱/۴۲۷
۳۶۔ابو داؤد،کتاب الادب،باب اصلاح ذات البین،ح۱۴۸۸
۳۷۔بخاری ، کتاب الصلح ،باب اصلاح بین الناس و العدل بینهم ح ۲۷۰۷
۳۸۔بخاری،کتاب الصلح،باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس،ح۲۶۹۲
۳۹۔بخاری،کتاب الصلح،باب قول الامام لأصحابه،ح ۲۶۹۳
۴۰۔ابو داؤد،کتاب الأقضیه،باب فی الصلح ،ح ۱۹۸
۴۱۔بخاری ،کتاب الایمان،باب و ان طائفتان،مسلم ، کتاب الفتن باب اذا توجه المسلمان بسیفهما
۴۲۔ مسلم ،الاقضیة،باب النهی عن کثرة المسائل من غیر حاجة،ح ۱۷۱۵،لیکن قوسین والے الفاظ السنن الکبریٰ للبیهقی ،قتال اهل البغی ،باب النصیحة لله ولکتابه ورسوله، ح۱۷۱۲۳ میں هیں ۔
۴۳۔تفسیر القرآن العظیم ۲/۳۲۲
۴۴۔آل عمران ۳:۱۳۵ ۴۵۔النحل۱۶:۱۲۶ ۴۶۔النساء۴:۱۲۸

۴۷۔سید قطب شہید،تفسیر فی ظلال القرآن ۳۹۶/۲
۴۸۔قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی،تفسیر مظہری،مترجم سید عبد الدائم،دارالاشاعت کراچی،۱۹۳/۳
٤٩۔النساء ٤:٣٥
٥٠،طبری،ابو جعفر محمدبن جریر ،جامع البیان،دار احیاء التراث العربی،بیروت ٨٩٥
٥١۔الزمخشری،الکشاف ٥٠٨/١
۵۲۔عبد الماجد دریابادی،تفسیر ماجدی،مجلس نشریات قرآن کراچی ۳۴۱/۱
۵۳۔ ابن کثیر،ابو الفداء عماد الدین تفسیر القرآن العظیم،مترجم مولانا محمد خالد ،شعبہ تحقیق و تصنیف دارالسلام لاہور،۹۲/۲۔۹۳
۵۴۔تفسیر ابن ابی حاتم٩٤٥/٣
٥٥۔ابن عبد البر،الاستذکار١١١/١٨
٥٦۔الدکتور وهبة الزحیلی،التفسیر المنیر فی العقیده والشریعة والمنهج ،دار الفکر المعاصر، بیروت ،٥٩/٥
۵۷۔فی ظلال القرآن ۲۷۲/۲
٥٨۔ رازی ، فخر الدین ،التفسیر الکبیر ،دار الکتب العلمیه ١٠٩/١٤
٥٩۔ التفسیر المنیر ٢٣٥/٢٥
٦٠۔أحکام القرآن ٥٣٧/٣
٦١۔ بخاری ،کتاب الادب،باب ما ینهی عن التحاسد و التدابر
٦٢۔بخاری ،کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم ولا یسلمه
٦٣۔ النساء٤:٥٩
٦٤۔بخاری، کتاب الصلح،باب قول الامام لأصحابه،ح ٢٦٩٣
٦٥۔التفسیر المنیر ٢٣٩/٢٥
۶۶۔فقہ الزکوۃ ۴۷۲/۲ علامہ یوسف القرضاوی نے اس ادارے کے قیام،وسائل اور زکوۃ کی مد ''غارمین'' اس مقصد کے لیے استعمال کیے جانے کے لیے ٹھوس دلائل دیئے ہیں اور اس ضمن میں پیدا ہونے والے اشکالات کا جواب بھی دیا ہے۔ملاحظہ ہو ص ۲۷۲۔۲۷۴
٦٧۔ الانفال ٨:١
٦٨۔الحجرات٤٩:١٠
٦٩۔التفسیر المنیر ٢٣٩/٢٥
٧٠۔محمود آلوسی ،روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی ،دارلفکر بیروت ٨١/١٤
٧١۔ الحجرات٤٩:٩
٧٢۔التفسیر المنیر ٢٣٨/٢٥
٧٣۔۔التفسیر الکبیر١١١/١٤
٧٤۔التفسیر المنیر٢٣٨/٢٥